بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانو! ایک ہو جاؤ اور نیک ہو جاؤ

ملت حجاز کی ہے مصروف فرقہ بندی
نادان لٹ رہے ہیں سورج کی روشنی میں
اقبال

اسلام کا پہلا کلمہ

از: ابوالفارق واسطی

مقام اشاعت: ندیم منزل - ندیم شہید روڈ
سمن آباد - لاہور

اِسلام کا پہلا کلمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے بھائیو مسلمانو! رسول کا کلمہ پڑھنے والو۔ تم دیکھ رہے ہو کہ مسلمانوں پر کیسا برا وقت آیا ہوا ہے۔ دنیا میں ہر طرف مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ ان کے گھر جلائے جا رہے ہیں۔ جائدادیں اور سامانِ معیشت تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔ تمہاری بہنوں کی آبرو ریزی کی جا رہی ہے۔ ان کی گودوں سے بچے چھین کر ماؤں کے سامنے ان کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ اسلام کے دشمن اسکیمیں بنا رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم سوچیں اور غور کریں کہ رب سچا، اس کا کلام سچا۔ وہ تو فرماتا ہے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو گے) مگر اب تو کروڑوں مسلمان مومن ہونے کے مدعی ہیں مگر مغلوب ہی ہوتے جاتے ہیں۔ افسوس یہ کیسے مومن ہیں کہ غالب نہیں ہوتے۔

کیوں، کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک وقت وہ بھی تھا کہ ہمارا ایک کمبل پوش درویش مشرکوں کے ملک میں جا کر جہاں جھنڈا گاڑ دیتا، مشرکین کی فوجیں اس کو ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا سکتیں، کتنے ہی صاحبانِ معرفت اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں جو تن تنہا یا چند ہمراہیوں کے ساتھ کفار کے ملک میں آئے اور کسی ظالم حاکم کو تخت سے اتار کر اس کے ہی کسی عزیز کو جو رعایا کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا ہوتا تخت پر بٹھا دیتے۔ ظالم حکمرانوں کی افواج ان کی قوتِ ایمانی کے مقابل عاجز آجاتیں۔ اس طرح یہ اللہ کے محبوب بندے خدا کے فرمان کا عملی ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر دیتے کہ دیکھو ایمان والے ہی غالب رہتے ہیں۔

یہ محض قصے کہانیاں تو نہیں ہیں۔ ان واقعات پر تو تاریخیں شاہد ہیں۔ ان اولیاء اللہ کے

حالات ہر سال اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ہی کا مطالعہ کر لو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کے غالب رہنے کا ثبوت دے کر رب کے کلام کی صداقت دکھلادی۔

کیوں پیارے بھائیو! کیا ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ ہم اس پر غور کریں کہ وہ کونسا اسلام اور کون سا دین تھا جس پر یہ اولیاء اللہ عامل تھے اور وہ کیسا ایمان تھا جو ان کے قلوب میں تھا جس سے ہم محروم ہیں۔ ان اولیاء اللہ کے عرس تو دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں، ان کے کارناموں پر ہم وجد کرتے ہیں مگر کبھی اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ اس پر غور کریں، کہ ان کی تعلیم کیا تھی؟ وہ ہمیں کس راستے کی طرف بلاتے تھے؟ ان کا مقصد تو حق کی طرف بلانا تھا مگر ہم تو ان کے مقصد کی جڑ ہی کاٹتے رہتے ہیں، ان کی دعوت پر لبیک کہنے پر تیار نہیں ہوتے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں خود اپنے وقت کے قلندر حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہی دیکھیں اور اس کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ وہ تو فریاد کرتے چلے گئے مگر کسی کے کان میں ان کی آواز نہ پڑی۔ انہوں نے تو صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اولیاء اللہ کا دین اور اسلام کیا ہے۔ وہ تو فرماتے ہیں ؎

نقیہ شہر قاروں ہے لغتہائے حجازی کا

قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

یعنی اولیاء اللہ کے دین کی بنیاد لا الٰہ پر قائم ہے جب دل کی گہرائی میں لا الٰہ اتر جاتے تب ہی الا اللہ تک پہنچ سکتا ہے۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ــــــ

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس پر جنت واجب ہو گئی۔

ہر مسلمان یہ سمجھتا ہے میں نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا ہے لہذا جنت مجھ پر واجب ہو گئی۔ مگر افسوس یہ نہیں جانتا کہ بت پوجتے ہوئے، بے شمار معبودوں کی بندگی کرتے ہوئے اگر زبان سے لاالٰہ الا اللہ کہہ لیا تو اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ حضرت علامہ اقبال مرحوم تو فرما گئے ہیں ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکم اذاں لاالٰہ الا اللہ

وہ تو اعلان کر گئے۔ پکار پکار کر کہہ گئے کہ مسلمانوں کی آستینوں میں بت رکھے ہوئے ہیں جو ان کے معبود ہیں جن کو انہوں نے الٰہ بنایا ہوا ہے۔ مگر مجھے یہ حکم ہے کہ ان سے پکار پکار کر کہہ دوں کہ سوائے اللہ کے کوئی بندگی و اطاعت کے لائق نہیں۔

پیارے بھائیو! ان اولیا اللہ کے دین ان کے اسلام اور ان کی تعلیم کو سمجھنے کی کوشش کرنا اب تو نہایت ضروری ہو گیا ہے، اب تو بہت نازک وقت آ گیا ہے۔ اب بھی اگر اس دین کی طرف توجہ نہ کی اور اس کی طلب بھی دلوں میں پیدا نہ ہوئی تو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے جاؤ گے۔ ان کا دین ان کا اسلام وہی ہے جو قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ رسول کریم کی بعثت کا مقصد کیا ہے؟ اس کے لئے دیکھو سورہ جمعہ۔

ارشاد رب العزت ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ ---------- (الخ)

وہ وہی ذات اقدس ہے جس نے اہل مکہ میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا تاکہ ان پر اس کی آیات تلاوت کرے اور ان کو پاک کرے (تا آخر)

کلام پاک میں اس مضمون کی متعدد آیات موجود ہیں۔ ہر ایک میں رسول کی بعثت کا مقصد وحید یہی بتایا گیا ہے کہ لوگوں کو پاک کرے مگر ان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس چیز کو پاک کرے۔ اجسام کو، قلوب کو، لباس کو یا ذہنوں کو۔ اس کے لئے دیکھیں سورہ والشمس۔

ارشاد باری ہے :۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ○ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ○ (پ ۳۰)

قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اُسے درست کیا۔ پس الہام کر دیں اس پر اس کی برائیاں اور پرہیزگاری۔ فلاح اس نے پائی جس نے اس کو پاک کیا۔

اب تو بالکل واضح ہو گیا کہ رسول پاک کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ بندوں کے نفسوں کو پاک کرے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاک کرنا تو نجاست دور کرنے کو کہتے ہیں تو نفس انسان میں وہ کون سی نجاست ہے جس سے پاک کرنے کے لئے خدا نے اپنے رسول کو بھیجا۔ تو وہ نجاست بھی قرآن کریم نے بتلا دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے :۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (سورہ توبہ ع ۴)

سوائے اس کے نہیں کہ مشرک نجس ہیں

اب تو واضح ہو گیا کہ وہ نجاست جس سے بندوں کے نفوس کو پاک کرنے کے لئے خدا نے اپنے محبوب کو رسول بنا کر بھیجا، نجاست شرک ہے۔ ہم نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ شرک تو کئی خدا ماننا، متعدد معبودوں کی عبادت کرنا ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں۔ خدائے واحد کو مانتے ہیں۔ ہم تو شرک میں مبتلا نہیں۔ ہمارے نفوس میں نجاست شرک ہے ہی نہیں۔ ہمارے نفس تو اس نجاست سے پاک ہیں۔

افسوس اگر ہمارے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہوں تو قرآن کریم میں صاف نظر آجاتا ہے کہ خدائے واحد کو مان کر بتوں کی یا دیگر معبودوں کی بندگی چھوڑ کر تو شرک ظاہری سے نکلتا ہے۔ شرک حقیقی یا شرک باطنی کی نجاست تو نفس کے اندر بھری رہتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے :۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا

جب کشتی میں وہ سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد سے اللہ کو پکارتے

نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۲۱ - ۳۴)

ہیں اور جب ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو لوگ وہ مشرک ہو جاتے ہیں۔

اس آیہ دائی ہدایہ سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں خدا کو واحد ماننے والوں کا حال ہی بیان کیا گیا ہے کہ سچے اعتقاد سے خدا کو صرف اتنی ہی دیر مانتے ہیں جب تک ہلاکت کا خطرہ سامنے رہتا ہے ادھر خطرہ ٹلا پھر وہ اعتقاد بھی ختم ہو جاتا ہے اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس مضمون کی آیتیں کلام پاک میں موجود ہیں کہ مصیبت کے وقت تو اللہ کو نہایت اعتقاد سے پکارتے ہیں، جب وہ ٹل جاتی ہے تو پھر مشرک ہو جاتے ہیں۔ اس شرک حقیقی یا شرکِ باطنی کا سمجھنا بہت مشکل ہے جب تک نفس و کیفیاتِ نفس کا مطالعہ نہ کریں یہ سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا نفس و کیفیاتِ نفس کا مطالعہ کرنا ضروری اور لازمی ہے تاکہ لا الٰہ الا اللہ کا صحیح مفہوم سمجھ سکیں۔

نفس و کیفیاتِ نفس

پہلا سوال یہ ہے کہ نفس ——————— کیا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جان جو ہمارے جسم میں ہے اسی کو نفس کہتے ہیں۔ یہ نہایت لطیف گیس کا غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے گوشت پوست کے جسم سے بالکل مشابہ ہے اور اس میں سرایت کئے ہوئے ہے یہی جسم پر حاکم ہے اور ہر وقت جسم پر حکم چلاتا رہتا ہے اسی لئے اس کو نفس امّارہ (بہت حکم چلانے والا) کہتے ہیں۔ عام اصطلاح میں اسی کو روح بھی کہہ دیا جاتا ہے مگر حقیقتاً یہ روح نہیں ہے۔ روح اور چیز ہے۔ اس کا اس مقام پر ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

نفس امارہ کے پاس حصول علم کے پانچ ذرائع ہیں:۔

۱ـــــ باصرہ (دیکھنے کا حس)

۲ـــــ سامعہ (سُننے کا حس)

۳ـــــ ذائقہ (چکھنے کا حس)

۴ـــــ شامّہ (سونگھنے کا حس)

۵ـــــ لامّہ (چھونے کا حس)

یہی پانچوں حواس خمسہ ظاہری کہلاتے ہیں۔ بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے تو جو کچھ وہ دیکھتا ہے، ہر پلک جھپکنے پر اس کی تصویر نفس پر بنتی ہے۔ سننے سے آوازوں کے نقوش اس پر بنتے ہیں، چکھنے سے ذائقہ کی کیفیات اس میں جمع ہوتی رہتی ہیں، سونگھنے سے خوشبو و بدبو کے احساسات کا خزانہ اس میں جمع ہوتا ہے اور چھونے سے لمس کی کیفیات سردی، گرمی، سختی، نرمی وغیرہ کے احساسات کا ذخیرہ نفس میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ لہذا کسی بات کے جاننے یا سمجھنے کا انحصار اس کے جمع شدہ احساسات ہی پر ہے۔

مثلاً جو چیزیں اس نے پہلے دیکھی ہوں، ان میں سے کسی کا نام لیں جیسے "سفید مرغ" "سفید مرغ" اس سے سننے والوں کے ذہن میں سفید مرغ کی تصویر ابھرتی ہے مگر جو چیز پہلے دیکھی نہ ہو، جیسے کسی نے گلدار کبھی نہ دیکھا ہو اس کے سامنے گلدار گلدار کہے جائیں اس کے نفس پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ یا مثلاً "کامنی کامنی" سننے سے جس نے کامنی دیکھی نہ ہو اس پر مطلق اثر نہ ہوگا۔

اسی طرح ذائقہ، اگر کسی کے سامنے ایسے ذائقہ کا ذکر کریں جو اس نے چکھا ہو تو نفس اپنے خزانوں میں سے نکال کر اُسی ذائقہ کی خفیف کیفیت اپنے اوپر طاری کر کے سمجھتا ہے مثلاً کسی کے سامنے کہیں "ارے کتنی کھٹی املی چبا رہا ہے، اُف کتنی کھٹی" تو یہ سننے والے کے منہ میں پانی آجاتا ہے۔ یہ کیا بات ہے؟ اس کے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اصل یہ ہے کہ نفس امارہ اپنے خزانوں میں سے ترشی نکال کر لاتا ہے اور اپنے اوپر طاری کر کے سمجھتا ہے۔

اب اس پر بھی غور کریں کہ ہر دم و ہر لحظہ اس میں تصاویر کے، ذائقوں کے، آوازوں کے اور تمام دیگر کیفیات و احساسات کے خزانے جمع ہوتے رہتے ہیں اور ہر مقرر کی تقریر سنتے ہوتے ہر لفظ کے لئے اپنے خزانوں سے اس کی تصویر یا کیفیت نکال کر لاتا ہے اور اس سے مل کر سمجھا جاتا ہے۔ پھر یہ سب کچھ کرتے ہوئے کیا کسی شخص کو کبھی اس کا احساس ہوتا ہے کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے؟ حالانکہ یہ کام ہر وقت مسلسل ہوتے رہتے ہیں اور خود نفس ہی سب کچھ کر رہا ہے مگر اس کو بالکل اس کی خبر نہیں کہ میں کچھ کر بھی رہا ہوں۔ یہ ہے اس کی غفلت و لاشعوری جس کے لئے رب العزت نے اپنے کلام پاک میں بتکرار ارشاد فرمایا ہے:۔

فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ○	وہ تو غافل ہیں۔
وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○	اور ان کو شعور نہیں

اسی کے لئے ارشاد ہے:۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ط	تمہیں تو ہوس نے ہی غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم قبروں سے ملے۔

اور اسی کے لئے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَلنَّاسُ نِيَامٌ اِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا	لوگ تو سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تب جاگیں گے۔

یہ حدیث گویا آیۂ مذکورہ کا ترجمہ ہے۔ اب تو یورپ و امریکہ میں تمام اہل علم بھی یہ کہتے ہیں:۔

"Human mind is in a subconscious state for the exterior world but totally unconscious for his interior"

یعنی نفس انسان خارجی دنیا کے لئے نیم شعوری حالت میں ہے مگر اپنے باطن کے لئے

مطلقاً لاشعور ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات تیرہ سو سال قبل تبلادی تھی۔ آج دنیا کی سمجھ میں آئی ہے۔ تمام اہل علم اس پر ایمان لے آتے اور رسولِ اسلام کے قول کی تصدیق کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غرضیکہ نفس کی غفلت و لاشعوری ہی وہ نجاست ہے جس سے نفوس خلق کو پاک کرنے کے لئے خدا نے اپنے رسول کو بھیجا۔

غفلت و لاشعوری کے ہلاکت خیز نتائج

اگر نفس کی غفلت کم ہو جائے تو یہ مادہ فاسد کو جسم میں جمع نہ ہونے دے تو انسان امراض میں مبتلا نہ ہو۔ زہریلے جراثیم جسم میں داخل ہوتے رہتے ہیں مگر نفس کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ جب ان کی کثرت ہو جاتی ہے تو وبائی مرض مثل ہیضہ یا طاعون ظاہر ہوتا ہے۔ اگر غفلت کم ہو جاتے تو زہریلے جراثیم کو داخل ہی نہ ہونے دے۔ پھر انسان ہلاکت خیز امراض سے محفوظ رہ سکے گا۔

امریکہ میں تجربات کر کے یہ معلوم کیا گیا ہے کہ مسمیرزم کا عامل اگر معمول سے اس کی بے ہوشی کی حالت میں یہ کہدے کہ "فلاں روز دریا میں چھلانگ لگا دینا" تو یہ بات اس کے لاشعور (subconscious mind) میں بیٹھ جاتی ہے۔ پس جب وہ دن آئے گا تو وہ شخص بے خبری میں دریا میں ضرور چھلانگ لگائے گا۔ اس کو اس کی خبر نہ ہوگی کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؛

تمام کائنات کا نظام غیر مرئی نوری شعاعوں پر قائم ہے۔ یہ خدا کا قانون ہے جیسا اس کا ارشاد ہے:۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ وہ وہی ہے جس نے قانون بنائے

اور ہر شے کو ہدایت کر دی۔

پس خدا کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق تمام کائنات میں عملدرآمد جاری و ساری ہے جس طرح سورج اور چاند کی شعاعیں ہمارے جسم پر ہمارے نفس کے خواہشات و جذبات پر اثرانداز ہوتی ہیں، اسی طرح تمام کہکشاؤں، ستاروں، سیاروں اور نامعلوم جہانوں سے آنے والی غیر مرئی نوری شعاعوں (Cosmic Rays) کے اثرات نفس میں جمع ہوتے رہتے ہیں ان میں بہت سی شعاعیں ایسی بھی ہیں جن کے اثرات مہلک ہوتے ہیں۔

جو شعاعیں کسی شخص کے لئے مضر ہوتی ہیں، ان کے مہلک اثرات اس کے لاشعور میں جمع ہو جاتے ہیں اور وقت معین پر ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہونے، پانی میں غرق ہو جانے، سیلاب یا سائیکلون میں تباہ ہونے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی کو جناب رب العزت نے اپنے کلام پاک میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے:۔

وَمَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط	اور نہیں پہنچتی تم کو کوئی مصیبت زمین میں اور نہ خود تمہارے نفسوں میں مگر یہ کہ وہ پہلے سے کتاب میں موجود ہوتی ہے قبل اس کے ہم اس کو ظاہر کریں
(سورہ حدید ع ۳)	

یعنی وہ مہلک اثرات پہلے سے لاشعور (Subconscious Mind) میں موجود ہوتے ہیں۔ وقت آنے پر دفعتاً ظاہر ہو جاتے ہیں اور وہ بلا نازل ہو جاتی ہے۔

غرضیکہ تمام آفات ارضی و سماوی، دنیا کے تمام کاموں کی خرابی، دین کے سارے امور کی خرابی اور جو بھی برے اور مضر افعال انسان سے صادر ہوتے ہیں، ان تمام کی علت اور ان کا سبب نفس کی غفلت و لاشعوری ہی ہے۔

غفلت کی حالت میں اس کی فطرت ہے کہ جو خواہش بھی اس کو ہوتی ہے۔ اس کی فوری تسکین چاہتا ہے۔ یہ آدمی کو سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ سوچنے دیتا ہے تو صرف یہ کہ

خواہش کی تسکین کیسے کروں ؟ کسی خواہش یا جذبہ کا جوش ہوتے ہی فوراً اس کی تسکین کرتا ہے مثلاً کسی سے ترش کلامی ہوگئی، غصہ آگیا، چھری نکال لی اور مخالف کو ہلاک کر دیا پکڑے گئے پھانسی پائی۔ بے سوچے سمجھے، بے چون وچرا جس کے حکم کی تعمیل لازم ہے وہ تو بس معبود حقیقی ہی کی ذات ہے یہ منزلت تو اسی ذوالجلال والاکرام کے لئے ہی خاص ہے کہ اس کے حکم کی بے سوچے سمجھے تعمیل کی جائے۔ اسی لئے نفسِ امّارہ کے احکام کی بے سوچے سمجھے تعمیل کرنے کو قرآن شرک کہتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے :۔

اَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ (پ ۱۹ ۔ ع ۲)	(اے رسول) کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا الٰہ بنایا ہوا ہے۔ پس تم اس کے کارساز کیسے ہو سکتے ہو؟

یعنی جس نے اپنی خواہشات وجذبات کو ہی اپنا معبود بنایا ہوا ہو کہ بے سوچے سمجھے ان کی تعمیل کرتا ہے، اس کو تمہاری نبوت وہدایت سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اس کے دنیا وآخرت کے کام کیسے درست ہو سکتے ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے :۔

اِنَّ اَكْبَرَ مَعْبُوْدٍ عُبِدَ فِی الدُّنْيَا الْهَوٰى	سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں عبادت کی جاتی ہے خواہشِ نفس ہے

اسلام کا پہلا کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ پس اگر ہم اپنی خواہشات کی بے سوچے سمجھے تسکین کرتے رہیں۔ نفس امارہ کے ہر حکم کی بے چون وچرا تعمیل کریں تو ہم نے تو نفس ہی کو الٰہ بنایا ہوا ہے۔ ہم نے لا الٰہ دل سے کہا ہی نہیں۔ ہم تو غیر اللہ کی بندگی میں مصروف ہیں تو گویا مطلب یہ ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد وحید یہ ہے کہ اس سوتے ہوئے نفس کو جگانے اور اس کی غفلت دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ جس کے کم ہونے سے

ہی ہمارے دین و دنیا کے کام درست ہو جائیں۔

ظاہراً تو یہ خدا و رسول اور تمام اشیاء غیب کے متعلق عقائد کو مان لیتا ہے مگر سوئے ہوتے ہونے کی حالت میں اس کے عقائد تو ہوا پر ہیں، ان کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں جب جاگے گا تو اس نے کچھ بھی مانا ہوا نہ ہوگا۔

ایک بیماری مشی فی النوم (Sleep walking) یعنی "سونے میں چلنا پھرنا" ایسی ہوتی ہے کہ اس کے دورے کی حالت میں آدمی سوتے میں کھڑا ہو جاتا ہے، چلتا پھرتا ہے، باتیں کرتا ہے، کام کرتا ہے مگر جب دورے سے افاقہ ہوتا ہے اور ہوش میں آتا ہے تو اسے کچھ بھی یاد نہیں ہوتا۔

پس جب ہمارے نفس کا بھی یہی حال ہے کہ بالکل غافل سویا ہوا ہے تو اس کے عقائد کہ خدا کو، رسول کو، قیامت کو مان لیا ہے کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ موت کے وقت جب جاگے گا تو اس نے کچھ بھی مانا ہوا نہ ہوگا۔ خدا اور رسول نے تو اس کو جگانے کے طریقے بتلا دیتے ہیں ایک سہل طریقہ تو یہ بتلایا گیا کہ ہر خواہش اور اس کے عمل کے درمیان اس کو ٹوکنے کی عادت ڈالو، جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ	اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے
وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ	سے ڈرا اور نفس کو خواہشوں سے
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ	روکا، اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

اسی کے لئے ہر نماز میں دو مرتبہ سورہ حمد پڑھنے کا حکم ہے کہ بندہ صدقِ دل سے عرض کرتا رہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معنی یہ بتلائے ہیں کہ ہمیں اپنے سیدھے راستہ پر چلا یعنی اپنی خواہشاتِ نفس اور اپنی رائے پر عمل کرنے سے جو ہماری ہلاکت کا باعث ہوئی ہیں، باز رکھ۔

پس جو شخص صدقِ دل سے یہ دعا کرتا رہے گا وہ چند ہفتے ہی میں اس کا اثر بھی محسوس کرے

گا۔ جو اتنا بھی نہ کر سکے وہ جانوروں کی طرح نیچر کا محکوم رہے گا۔

غور کریں کہ انسان کی زندگی کے تمام کام تحریکِ باطن سے ہوتے ہیں اور تحریک باطن جذبہ سے، جذبہ خواہش سے، خواہش خیال سے اور خیال ماحول کے اثر سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کی زندگی کے تمام کام مہیج خارجی کا ردِ عمل ہوتے ہیں۔

پس یہ تو نیچر کے کوڑے سے اسی طرح ہنکایا جاتا ہے جیسے جانوروں کو چرواہا ڈنڈے سے ہنکائے پھرتا ہے۔ اس کا کوئی فعل ارادی نہیں ہوتا، حالانکہ ہمارا خالق تو فرماتا ہے:۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ——— اللہ نے ساری مخلوق کو جو زمین میں ہیں تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔

خالق نے تو ہمیں اشرف المخلوقات بنایا تھا تا کہ انسان اس کی نیابت میں تمام دوسری مخلوقات پر حکومت کرے مگر یہ تو خود نیچر کا غلام بنا ہوا ہے۔

مسلمانو! کلمہ کی عظمت سمجھو۔ ذرا بھی نفس کی غفلت کم ہو جائے تو ہزاروں غلطیوں سے بچ جاتے۔ بے شمار آفاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ ہو جاتے۔ دنیا کے کام بھی درست ہو جائیں اور آخرت کے عذابِ دائمی سے بھی نجات ملے۔ وہ ہی قوم سر بلند ہوتی ہے جو فطرت کے راز معلوم کرے اور ان پر عمل پیرا ہو۔ اس کے لئے سب سے پہلے فطرتِ نفس کا مطالعہ ضروری ہے جس کے بعد علوم فطری کی تحصیل سہل و آسان ہو جاتی ہے۔

قارئین کرام پر یہ امر واضح ہو گیا کہ ہمارے نفوس پر تمام حرکات و سکنات جو بچپن سے اس وقت تک ہم سے صادر ہوئے، ہر بات جو کہی یا سنی، ہر فعل جو کیا، ہر ذائقہ جو چکھا، ہر شے جو دیکھی، ہر خوشبو یا بدبو جو سونگھی، ہر چیز جو چھوئی، ہر کیفیت جو وارد ہوئی، ہر حس یا احساس جو ہوا سب کے نقوش ہمارے نفس پر موجود ہیں۔ جو نوری قوتیں ہر دم و ہر لحظہ نفس پر لکھتی یا نقش کرتی رہتی ہیں، یہی ہمارا نامہ اعمال ہے۔ جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسی کو رب العزت اپنی کتاب کہتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ (سورہ جاثیہ)

یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق ہی حق بولے گی۔ ہم تو لکھتے رہتے تھے جو کچھ تم کرتے رہتے تھے۔

اِقْرَءْ كِتٰبَكَ ۚ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۞ (پ ۱۵ - ع ۲)

اپنی کتاب پڑھ لے۔ آج تو اپنے نفس کا حساب کرنے کے لئے خود ہی کافی ہے۔

غرضیکہ ہمارا نامۂ اعمال تو یہ ہمارا نفس ہی ہے مگر دوسری تیسری صدی ہجری میں فلسفۂ یونان پر بنا کر کے اور ان روایات کو جو خلفاء بنی امیہ و بنی عباس نے وضع کرائی تھیں، احادیثِ رسول جان کر جس اسلام کی تشکیل کی گئی اور جو مذہب وضع کیا گیا اس موضوعہ و قیاسی دینِ اسلام کے علماء کہتے ہیں کہ :۔

"تمہارے کندھوں پر دو فرشتے ٹانگیں ٹکاتے بیٹھے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے کاغذ ہیں، جن پر وہ تمہارے اعمال ہر وقت لکھے چلے جاتے ہیں اور ہزاروں رِم کاغذوں کا بوجھ تم اٹھائے پھر رہے ہو۔"[1]

اسی طرح اس روایتی موضوعہ دین کے علماء نے فلسفہ کے زیر اثر اور روایاتِ موضوعہ سے اس مقدس دینِ فطرت کو اپنے قیاس سے مضحکہ خیز عقائد کا پلندہ بنا دیا ہے[2]۔

تعلیم یافتہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے اس عظمت والے کلمے کو خود سمجھیں اور اپنے ناداں غیر تعلیم یافتہ بھائیوں کو سمجھائیں۔ جس سے ان کو خودی کا احساس ہو اور ہمتیں بلند ہوں۔ احساسِ کمتری دور ہو اور پاکستان دنیا بھر میں سر بلند ہو جائے۔

فی زمانہ تعلیم یافتہ طبقہ میں اور کالجوں میں کمیونزم کا بہت منظم پروپیگنڈا جاری ہے ان پروپیگنڈا کرنے والوں سے پوچھو، تمہارے پیغمبر مارکس نے دنیا کے ان مصائب و

---

[1] سیرت النبی از مولانا شبلی نعمانی ص ۷۲۶، ۷۲۷ [2] یہ درست ہے کہ نفس انسان پر نقوش فرشتوں کے ذریعے سے ہی بنتے ہیں جن کو "کراماً کاتبین" کہا گیا ہے۔ کائنات میں تمام کام فرشتوں کے ذریعہ تی ہوتے رہتے ہیں۔

آلام سے محفوظ رہنے کا بھی جو نفس کی غفلت ولاشعوری کے سبب نازل ہوتے ہیں، کوئی طریقہ اور ان کا علاج بتلایا ہے؟ کیا اس کو خود بھی اس کا پتہ تھا کہ اس کا اپنا نفس غفلت ولاشعوری میں غرق ہے۔ اس غفلت ولاشعوری کی حالت میں انسان کے کام کبھی درست نہیں ہو سکتے۔

نفسِ امارہ کی تو فطرت ہے :-

"میں سب سے اچھا، میں سب سے بڑا، میری راے سب سے بہتر و درست ہے"

کمیونسٹ ممالک میں دیکھو، جب تک ایک پارٹی برسرِ اقتدار رہتی ہے، مخالف پارٹی پوشیدہ رہتی ہے۔ وہ اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرتی۔ جیسے ہی دوسری پارٹی کو قوت و اقتدار حاصل ہوتا ہے، وہ پہلی کو فنا کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔

صرف روٹی سے کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ بغیر اصلاحِ نفس دنیا میں امن و سکون ہونا محال ہے۔ روٹی کے پیچھے تو کتے، کوے بھی دوڑتے پھرتے ہیں۔ اگر آدمی بھی جانوروں کی طرح صرف کھانے پینے ہی کو مقصدِ زندگی سمجھ لے تو وہ چوپاؤں کی مثل ہی ہوگا۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ ذلیل۔ جیساکہ ارشادِ باری ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ (سورہ محمد ع ۲)	اور وہ لوگ جو فطرت سے روگردانی کئے ہوئے ہیں (دنیا میں) کچھ فائدہ پاتے ہیں۔ وہ کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے

یعنی ان کو اطمینانِ قلب کبھی حاصل نہ ہوگا۔ اسلام فطرت پر غلبہ دینے کا وعدہ کرتا ہے وہ اطمینانِ قلب جیسی نعمت عطا کرنے کی ضمانت دیتا ہے، جو سونے چاندی کے خزانے اور دنیاوی سلطنت مل جانے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

جن اشخاص کے قلوب میں اسلام کی محبت ہوگی، وہ تو اپنے دوسرے بھائیوں

کو بھی اس پمفلٹ کے مطالعہ کی ترغیب دیں گے اور خود بھی بتکرار مطالعہ کریں گے اس لئے
کہ کیفیاتِ نفس کا احساس ایک دو مرتبہ دیکھ لینے سے نہیں ہوتا۔
میں اپنے بھائیوں کو اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اب جب کہ کیفیات و غفلتِ نفس
کا کچھ بیان ان کے سامنے آگیا ہے اور اسلام حقیقی کا کچھ نہ کچھ تصور بھی ان پر واضح ہو گیا ہے تو
اب وہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ انسان نماحیوان کس قدر لائقِ افسوس ہیں جو اسلام جیسا دینِ
فطرت ترک کر کے عیسائیت قبول کر لیتے ہیں جو خلافِ فطرت ایک ڈھونگ ہے۔ جس
کی بنیاد کچھ عقائدِ ذہنی اور بعض رواسمِ مذہبی کو صحیح تسلیم کر لینے پر قائم ہے۔ قرآن ایسے مذہب
کو لامذہبیت اور شرک قرار دیتا ہے اور قوانینِ فطرت کی رو سے ایسا مذہب احمقوں
کی جنت ہے۔

To believe in some dogmas and ceremonies
is no religion but a paradise of fools.

اس مختصر پمفلٹ ہی میں ایسے مذاہب کا بطلان ناظرین پر واضح کیا گیا ہے۔ عیسائیت
آئندہ زندگی میں اطمینانِ قلب و سرورِ دائمی دینے کا مفروضہ وعدہ کرتی ہے۔ جس کی
کوئی ضمانت نہیں، کوئی فطری دلیل اس کے اثبات کے لئے موجود نہیں۔ جب کہ اسلام
اس زندگی میں ہی سرورِ دائمی اور اطمینانِ قلب عطا کرنے کا ضامن ہے۔
اب ان مسلمانوں کی حالتِ زار بھی دیکھیں، کس قدر قابلِ افسوس ہے جو اسلام
جیسا مقدس دینِ فطری چھوڑ کر بہائیت کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں یا اور ایسے
ہی دیگر مذاہبِ باطلہ کو حق جان کر اپنی نادانی کے سبب ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔
بھلا اس سے زیادہ کیا حماقت ہو سکتی ہے کہ جن اشخاص کو نفس کے "ن" اور فطرت
کی "ف" کا بھی علم نہ ہو، جو غفلت و لاشعوری کا مفہوم بھی نہ جانتے ہوں، ہو خود ہی غفلت و
لاشعوری کی تاریکیوں میں گھرے شرکِ باطنی میں مبتلا ہوں۔ ان کو خدا کا فرستادہ بابُ اللہ،

بہاء اللہ، نبی، رسول، مجدد یا مہدی دین مان کر ان کی پرستش میں مصروف ہوں وہ تو بُت پرستوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ بت پرست تو صامت بتوں کو پوجتے ہیں اور یہ بولتے بتوں کو پوج رہے ہیں۔ ایسے افراد تو اس آیت کے پورے پورے مصداق ہیں:۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ (پ۹۔ ع ۱۲)

اور ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جن اور انسان پیدا کئے۔ ان کے دل ہیں ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں، ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں، ان سے سنتے نہیں۔ وہ تو ڈھوروں کی شکل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ وہ وہی ہیں جو بالکل غافل ہیں۔

اب جس کے پاس دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والا دل ہوگا وہ تو دیکھ لے گا اور سمجھ لے گا کہ جناب ربّ العزت اہلِ جہنم کی علامت یہی تبلا رہا ہے کہ وہ بالکل غافل ہیں۔ پس جو لوگ غفلت کا مفہوم بھی نہ جانتے ہوں، جو خود ہی غافل ہوں ان کو نبی، مجدد، مہدی یا عالمِ دین مان لینے والوں کا ٹھکانا کہاں ہوگا؟

ان پیشواؤں کی غفلت کا ثبوت یہی کافی ہے کہ اگر وہ غافل نہ ہوتے تو غفلت کا مفہوم کبھی نہ کبھی تبلاتے، اگر وہ لا الٰہ کے حقیقی مفہوم سے واقف ہوتے تو کہیں تو تقریر یا تحریر میں واضح کرتے۔

اب جن کے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہوں گی وہ یہ بھی دیکھ لیں گے کہ جناب ربّ العزت نے اپنے کلام پاک میں ظاہر فرما دیا ہے کہ:۔

"اس میں بہت تھوڑی آیات محکم ہیں، وہ ہی اصل کتاب ہیں باقی

تمام قرآن متشابہ ہے اور متشابہ کے پیچھے وہ چلتے ہیں جن کے دل ٹیڑھے ہو گئے یعنی جو گمراہ ہیں"۔

پس جن مدعیانِ نبوت، مجددیت، مہدیت یا علمائے دین کو محکم و متشابہ کے درمیان تمیز کرنے کی اہلیت نہ ہو اور خود ہی متشابہات کی پیروی کرتے ہوئے گمراہی کے تاریک غار میں پڑے ہوں، ان کو پیشوائے دین ماننے والے گمراہی کی کس پست و تاریک منزل میں ہوں گے۔

اب میں اپنے برادرانِ دینی کی خدمت میں بصد عجز گذارش کرتا ہوں کہ اس وقت جو دنیا میں ہمارے بھائیوں پر مظالم ہو رہے ہیں، ان کو یاد رکھتے ہوئے بارگاہِ ربّ العزت سے صدقِ دل سے دعا کرتے رہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ یعنی اے رب ہمارے ہمیں نفس و شیطان کی بندگی سے بچا لے اور اپنا سیدھا راستہ دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے حال پر رحم فرما۔

فالحمد للہ رب العٰلمین

خادم المسلمین :-

ابو الفارق واسطی